فون نمبر ۴۹
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴
خطبہ نمبر ۱۷
روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر روشن دین تنویر
یوم چہارشنبہ
The Daily
ALFAZL
RABWAH
قیمت فی پرچہ ۱۰ پیسے
جلد ۵۲/۱۷ | ۸ ہجرت ۱۳۴۲ ہش | ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ | ۸ مئی ۱۹۶۳ء | نمبر ۱۰۷

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

— محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب

ربوہ ۷ مئی بوقت ۸½ بجے صبح

مورخہ ۴ و ۵ مئی کو دن بھر حضور کو ضعف کی شکایت رہی۔ البتہ رات آرام سے گزرتی رہی۔ کل مورخہ ۶ مئی کو بھی دن بھر ضعف رہا اور غنودگی سی رہی۔ رات نیند آ گئی۔ اس وقت بھی ضعف کی شکایت ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی ضبطی سے متعلق

حکومت مغربی پاکستان کا اقدام سراسر غیر دانشمندانہ اور غیر منصفانہ ہے

یہ اقدام مذہبی معاملات میں مداخلت کے مترادف اور ہر احمدی کے جذبات کو مجروح کرنیوالا ہے

اہلِ ربوہ کے عظیم الشان جلسہ میں حکومت سے اس غیر منصفانہ حکم کو فوری طور پر واپس لینے کا مطالبہ

ربوہ ۷ مئی۔ کل مورخہ ۶ مئی ۱۹۶۳ء بروز دوشنبہ بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں لوکل انجمن احمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام اہلِ ربوہ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی ضبطی سے متعلق حکومتِ مغربی پاکستان کے حالیہ حکم کے خلاف ایک متفقہ قرارداد میں پُر زور احتجاج کیا گیا اور اس اقدام کو سراسر غیر دانشمندانہ اور غیر منصفانہ قرار دے کر حکومت سے اپیل کی گئی کہ وہ اِس حکم کو فوری طور پر واپس لے کر اُس ناانصافی کا سدِّباب کرے جو اِس معاملہ میں بلاوجہ روا رکھی گئی ہے۔ اور اس طرح پُرامن احمدیوں کے جذبات کو مجروح کر کے انہیں قلبی اذیت پہنچائی گئی ہے۔

اس عظیم الشان جلسہ میں جو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے (آکسن) صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ اہلِ ربوہ نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ مرد و زن، بچے بوڑھے اور جوان سب ہی اس میں دردمند اور دکھی دلوں کے ساتھ اس قدر کثیر تعداد میں شریک ہوئے کہ مسجد کا وسیع صحن سامعین سے پوری طرح بھرا ہوا تھا حتیٰ کہ احباب کو مسلسل اور بکثرت آنیوالے بھائیوں کو جگہ دینے کے لئے تنگ ہو کر بیٹھنا پڑا۔ پہلے مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے اس پس منظر پر روشنی ڈالی جس کے پیشِ نظر آج سے ۶۵ سال قبل حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے عیسائیت کے بالمقابل اسلام کے دفاع اور اس کی تائید میں بیش بہا تصانیف شائع فرمائیں جن میں سے ایک زیرِ نظر کتاب بھی ہے۔ پھر ان تصانیف اور ان میں پیش کردہ علم کلام کے اثر اور برکت کے نتیجہ میں عیسائیت کے بالمقابل اسلام کے حق میں جو عظیم الشان انقلاب رونما ہوا اسے بھی واضح کیا۔ بعد ازاں مکرم مولانا محمد صدیق صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ نے احتجاجی قرارداد پیش کی۔ جس کی محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے نہایت دردمند دل کے ساتھ تائید کی۔ جس کے بعد اہلِ ربوہ نے یک زبان ہو کر بآوازِ بلند اس کی تائیدِ مزید کی۔ اس طرح انہوں نے اس کے پاس کئے جانے کے متعلق اپنی رضامندی کا نہایت پُر زور اور بے ساختہ طریق پر اظہار کیا۔ آخر میں صدر جلسہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے بھی صدارتی ارشادات فرمائے۔ آپ نے جماعت احمدیہ ایسی ایک نہایت درجہ پُرامن اور قانون شکنی کو جرم ہی نہیں بلکہ از روئے عقیدہ و ایمان گناہ سمجھنے والی جماعت کے تعلق میں حکومت کے فرائض اور خود افرادِ جماعت کے اپنے فرائض پر بہت احسن پیرائے میں روشنی ڈالی۔ جلسہ میں متفقہ طور پر جو قرارداد منظور ہوئی اس کا مکمل متن درج ذیل ہے:

احتجاجی قرارداد کا متن

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کے ضبط کیے جانے کے بارے میں حکومتِ مغربی پاکستان نے جو حکم دیا ہے۔ ہم ممبران جماعت احمدیہ مقامی ربوہ اس کے خلاف پُر زور احتجاج کرتے ہیں — اس کتاب کی ضبطی کے بارہ میں جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ حقائق پر مبنی نہیں۔ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی تھی اور گزشتہ چھیاسٹھ سال میں اس کے کم از کم سات ایڈیشن اردو اور انگریزی میں شائع ہو چکے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں مختلف ممالک میں پھیل چکی ہے۔ اور ہر زمانہ میں عیسائی منادوں، مناظرین اور علماء کے زیرِ مطالعہ رہی ہے۔ اسی طرح مختلف مواقع پر حکام کے سامنے بھی پیش ہوتی رہی ہے۔ لیکن کبھی کسی موقعہ پر نہ عیسائی علماء کی طرف سے اور نہ عیسائی حکام کی طرف سے پچاس سالہ دورِ حکومت میں اسے فرقہ وارانہ کشیدگی یا منافرت کا باعث قرار دیا گیا۔ پس حکومت کا یہ اقدام صحیح معلومات اور حقیقی وجوہات پر مبنی نہیں اور بے موقعہ ہے۔

ہمارے نزدیک حکومت کا یہ اقدام غیر دانشمندانہ بھی ہے کیونکہ عیسائیت کا وہ زبردست سیلاب جو انیسویں صدی کے آخر میں ہندوستان پر امڈا چلا آ رہا تھا۔ اور عوام الناس تو کیا مسلمان شرفا اور علماء کے گھرانے بھی اس کی زد سے محفوظ نظر نہیں آتے تھے اور لاکھوں مسلمان زادے عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانیت اور علم کلام کی برکت سے رک گیا۔ آپ نے نہ صرف اسلام کی طرف سے کامل دفاع کیا بلکہ عیسائیت پر ایسے زوردار حملے کیے کہ آج تک عیسائی مناد سر چھپاتے پھرتے ہیں۔ آج اگر ہمیں اس سیلاب کا رخ بدلا ہوا نظر آتا ہے تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی برکت اور آپ کے لٹریچر ہی کی بدولت ہے۔ کیا ہماری حکومت اسلام کے اس زبردست پہلوان کی خدمت کا یہ صلہ دے رہی ہے کہ آپ کی کتابوں کو ضبط کرے۔ دوسرے لفظوں میں یہ بات ایک نئے فوج پھر عیسائیت کے سیلاب کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دینے کے مترادف ہوگی

باقی صفحہ ۸ پر

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

خطبہ جمعہ

خود بھی دین کے کاموں میں حصہ لو اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی چست کرنے کی کوشش کرو

اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو استعدادیں دے رکھی ہیں ان سے دوسروں کو بھی مستفید کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انسانی فطرت کے مطالعہ سے یہ بات کلی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ

انسانوں کی استعدادیں

مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کے اندر زیادہ قابلیت ہوتی ہے اور کسی کے اندر کم۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چونکہ مکلّف بنایا ہے اور اگر وہ اس کی طرف سے آنے والی آواز کو نہیں سنتا تو وہ مواخذہ کے نیچے ہے۔ اس لئے ایک قلیل معیار ایسا رکھا گیا ہے جس سے اتر کر کوئی انسانی دماغ نہیں ہوتا سوائے اس صورت کے کہ وہ بگڑ جائے اور انسان پاگل ہو جائے۔

دنیا میں جس قدر چیزیں ہم دیکھتے ہیں

تمام کے اندر اختلاف

پایا جاتا ہے۔ مدارج کے لحاظ سے ہر چیز کی ایک قلیل سے قلیل اور ایک بڑی سے بڑی حد بندی ہوتی ہے اور یہ حالت ہم ہر چیز میں دیکھتے ہیں۔ انسان کے قد کو ہی لے لو۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا قد ہوگا جس سے چھوٹا اور نہ ہوگا۔ اور ایک بڑے سے بڑا ہوگا جس سے بڑا اور نہ ہوگا۔ لیکن دونو کے درمیان مختلف قد ہیں۔ اور اگر زیادہ باریکی سے ناپنے کا کوئی آلہ ہوتا تو شاید معلوم ہو جاتا کہ دنیا میں دو انسانوں کا بھی ایک جتنا قد نہیں یہی حال بینائی کا ہے۔ ایک کم سے کم اور ایک زیادہ سے زیادہ بینائی ہوگی۔ پھر درمیان میں لاکھوں اقسام کی بینائیاں ہوں گی۔ پھر یہی حال شنوائی کا ہے۔ یہی حال موٹاپے اور دبلے پن کا ہے۔ ایک زیادہ سے زیادہ موٹا ہوگا جس سے زیادہ کوئی موٹا نہ ہوگا اور ایک کم سے کم دُبلا ہوگا جس سے کم دُبلا کوئی نہ ہوگا۔ درمیانی درجہ میں ہزاروں دبلے اور موٹے ملیں گے۔ انسان کے اعضاء کا بھی یہی حال ہے۔ پھر اور جو چیزیں دنیا میں ہیں ان کا بھی یہی حال ہے۔ ہر میوہ کے قد میں فرق ہوتا ہے۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا آم ہوگا جس سے زیادہ چھوٹا نہ ہوگا اور ایک بڑے سے بڑا ہوگا جس سے بڑا نہ ہوگا۔ غرض

اللہ تعالیٰ نے

ہر چیز کے لئے حد بندی

کر دی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی اتنی ہوگی اور بڑی سے بڑی اتنی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی عقلوں میں بھی حد بندی کر دی ہے ایک چھوٹی سے چھوٹی عقل ہوگی جو ہر ایک انسان میں پائی جائے گی۔ چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر انسان ایمان حاصل کر سکے۔ اس لئے اگر وہ ایمان کو چھوٹی سے چھوٹی عقل کا معیار نہ قرار دیتا تو پھر سب مکلّف نہ ہوتے صرف وہی ہوتے ہیں جو اس عقل سے اوپر ہوتے کیونکہ جس شخص کی سمجھ میں ہی کوئی بات نہ آئے اس پر اس کے متعلق الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایمان ادنیٰ سے ادنیٰ عقل کا معیار رہے۔ اور درمیان میں عقل کے مختلف مدارج ہیں جن کے لحاظ سے کوئی بڑا عقلمند ہے اور کوئی چھوٹا۔ اور عقل کے ان مدارج کے لحاظ سے انسانوں کے کاموں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی بڑا آدمی ہوتا ہے اور کوئی اوسط درجہ کا اور کوئی معمولی۔ اور مختلف انسانوں میں اس اختلاف میں ان کی عقل کا ہی دخل ہوتا ہے جو فطرت نے انہیں دی ہے۔ میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ

انسانی عقل میں تفاوت

کیوں ہے جس سے ایک بڑا آدمی بن جاتا ہے اور دوسرا بالکل معمولی رہتا ہے اور اس کا ہونا ظلم ہے یا نہیں۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ اس وقت میں جو کچھ بتانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ یہ تفاوت ہوتا ہے اور اس کی بناء پر ہر ایک سے ایک ہی جیسی امید نہیں کی جا سکتی۔ ہم یہ امید تو سب سے کر سکتے ہیں کہ ایمان لے آئیں لیکن یہ نہیں کر سکتے کہ سب ایک سے مومن ہو جائیں۔ قرآن کریم میں یہ مطالبہ تو ہے کہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے مگر یہ نہیں کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے مومن کیوں نہ بنتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ کتنی نمازیں فرض ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ پانچ۔ اس نے کہا۔ صرف پانچ۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر اسی طرح اس نے روزہ اور زکوٰۃ کے متعلق دریافت کیا اور آپؐ کا جواب سنکر کہا۔ بس میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تو تنا کرے تو تو جنتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا اسلام نے سب سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے ایمان کا مطالبہ نہیں کیا۔ تحریص تو اس کے لئے دلائی گئی ہے لیکن حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ سب مدارج قابلیتوں کے ماتحت حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور چونکہ انسان کی قابلیتیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے قلیل ترین عقل کے معیار کے مطابق جو سب میں ہوتی ہے مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایمان کے اعلیٰ مدارج کا نہیں صرف اس کی تحریص ہے۔ حکم نہیں جو اسے حاصل کر سکے کرے۔ غرض یہ تفاوت ہمیں ہر جگہ نظر آتا ہے اور ساتھ ہی ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ کمزور لوگ ہمیشہ اپنے لئے

سہارے کی تلاش

کرتے ہیں۔ اس تفاوت کی بناء پر کئی ایک میں تو ایسی قابلیت ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھ جائیں لیکن کئی ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اوپر اٹھنے کے لئے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے بعض طالب علم ایسے ہوتے ہیں جو کتاب کا خود بخود مطالعہ کر کے اسے یاد کر لیتے ہیں لیکن بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خود تو نہیں پڑھ سکتے لیکن استاد کی مدد سے پڑھ کر یاد کر لیتے ہیں۔ پھر بعض ایسے ہوتے ہیں جو صرف پڑھانے سے نہیں بلکہ یاد کرانے سے یاد کر سکتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ خواہ انہیں استاد کس قدر یاد کرائے پھر بھی پوری طرح یاد نہیں کر سکتے۔ وہ ایک حد تک تو علم حاصل کر سکتے ہیں۔ معمولی بول چال سیکھ سکتے ہیں لیکن اس سے آگے ترقی نہیں کر سکتے۔ مثلاً افریقہ کی ایک قوم ہے۔ اسے غیر ملکی علوم یاد بھی کرا دئے جائیں تو قلیل عرصہ میں وہ پھر بھول جاتے ہیں صرف چند الفاظ یاد رکھ سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں کیونکہ ان کے دماغ کے ڈھانچے ہی ایسے ہوتے ہیں کہ زیادہ کی گنجائش ان میں نہیں ہوتی۔ پس ان مختلف المدارج لوگوں کو دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ

بعض ایسے استاد ہوں

جو اپنے ذمہ فرض کر لیں کہ کمزوروں کو اٹھائیں۔ ابھاریں اور انہیں منزل مقصود کے قریب لانے میں ان کی مدد کریں۔ قرآن کریم نے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر میں اسی غرض کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس کام کے لئے سب کو مقرر کیا جاتا ہے بلکہ یہ بتایا ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور انہیں نفع پہنچائے لیکن نفع رسانی میں ہر ایک ایک جیسا نہیں ہو سکتا بعض صرف اتنا ہی تیرنا جانتے ہیں کہ اپنی جان بچا سکیں۔ اور بعض اپنی جان بچانے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ پھر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کو بچا سکتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ دوسروں کو بچائیں۔ پھر بعض اوقات کشتی ایسی جگہ ڈوبتی ہے کہ ساحل وہاں سے دور ہوتا ہے۔ بعض لوگ تیرنا تو جانتے ہیں لیکن اتنا دم ان میں نہیں ہوتا کہ منزل پر پہنچ جائیں۔ پس دوسروں کا جو تیر سکتے ہیں فرض ہے کہ انہیں بھی منزل پر پہنچائیں اور وہی جماعت کامیاب ہو سکتی اور منزل پر پہنچ سکتی ہے جس کے صاحب استعداد لوگ

کمزور بھائیوں کو فائدہ

پہنچائیں اور اس طرح جماعت کے معیار کو بلند کرتے جائیں۔

مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت میں یہ احساس ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جیسے وعظ سنتے ہیں قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہم پڑھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بھی سنتے اور پڑھتے ہیں۔ اس بناء پر وہ اپنے کمزور بھائیوں کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ جنہوں نے قرآن کریم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ کی بات نہیں مانی وہ ہماری کب سنیں گے۔ حالانکہ وہ ماننے کے لئے تو تیار ہوتے ہیں لیکن ان میں اتنی قابلیت نہیں ہوتی کہ بغیر سہارے کے کھڑے رہ سکیں وہ دوسروں کی یاد دہانی کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان کا روحانی حافظہ اتنا تیز نہیں ہوتا کہ تو د بخود سب باتیں یاد رکھ سکیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ

ہماری جماعت کے وہ دوست جو اپنی استعدادوں میں بڑھے ہوئے ہوں اپنے اپنے ہمسایہ کو، محلہ والوں اور گاؤں والوں کو یاد دہانی کرکے فرض منصبی کی طرف متوجہ کرتے رہیں۔

ایک چھوٹی سی مثال

تین چار دن ہی کی سناتا ہوں۔ عشاء کی نماز کیلئے ایک دن جب میں آیا تو دیکھا بہت تھوڑے لوگ ہیں۔ صرف دو صفیں تھیں۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ دوست اپنے ہمسایوں کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کیا کریں۔ میں نے دیکھا دوسرے دن سے ہی تعداد بڑھنی شروع ہو گئی۔ بعد میں آنے والے یہ تو پہلے بھی جانتے تھے کہ نماز ضروری ہے اور باجماعت پڑھنی چاہیئے لیکن ان میں اتنی استعداد نہیں تھی کہ اس بات کو یاد رکھ سکیں۔ جب دوسروں نے انہیں یاد دلایا تو وہ بھی آگئے۔ میں پہلے بھی اس مسئلہ پر کئی روز سے غور کر رہا تھا اور اس مثال سے مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ ذرا سی مدد سے سست لوگ غفلت ترک کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ یعنی اگر تم نعمائے الٰہی کی قدر نہ کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ پس اگر اسے یاد کرکے ہر جگہ ایسے آدمی تیار ہو جائیں جو دوسروں کو ان کے فرائض یاد دلاتے رہیں تو بہت جلد ہماری جماعت ترقی کر سکتی ہے۔

یہ غلط ہے کہ ایک چیز سے ہر شخص یکساں فائدہ اٹھاتا ہے۔ دیکھو سب لوگ سورج اور ہوا سے ایک سے مستفید ہوتے ہیں۔ پھر کیوں ان میں سے کوئی کالا ہوتا ہے۔ کوئی گورا۔ کوئی موٹا ہوتا ہے اور کوئی دُبلا۔ بات یہ ہے۔ ہر شخص اپنی

استعداد کے مطابق فائدہ

اٹھا سکتا ہے۔ بعض سنتے تو ہیں مگر ان کے اندر قوتِ جذب بہت کم ہوتی ہے جیسے ایک ہی جیسا پانی پنسو۔ فلالین۔ روئی اور ململ میں ڈالو۔ تو ان سب کی قوتِ جذب میں فرق نظر آئے گا۔ حالانکہ پانی سب میں برابر ڈالا گیا ہوگا۔ اسی طرح ایک ہی وعظ میں جو لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ ایک سا فائدہ نہیں اٹھاتے — ایک کے کان میں آواز کم پڑتی ہے۔ دوسرے کے کان میں زیادہ اس لئے بھی کہ بعض کی شنوائی کی قوت کم ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ بعض کو توجہ کی عادت بہت کم ہوتی ہے۔ وہ مجلس میں بیٹھے تو ہوتے ہیں مگر ان کی توجہ دوسری جانب ہوتی ہے۔ ابھی اپنے ارد گرد نظر ڈال کر دیکھ لو۔ بعض تو غور سے خطبہ سُن رہے ہوں گے۔ بعض اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہوں گے بعض اُونگھ رہے ہوں گے۔ پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سب نے ایک سا سُنا۔ سب کے سننے میں فرق ہے اور اسی لئے ہر ایک کے استفادہ میں بھی فرق ہوگا۔ بعض زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض کم۔ کیونکہ توجہ میں فرق ہوتا ہے۔ پھر آگے قابلیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ ایک ہی پیغام دس آدمیوں کو دو اور پھر ان سے سنو تو ضرور فرق ہوگا۔ پس اوّل تو سننے والے بھی کم ہوتے ہیں۔ پھر سننے والوں میں سے سمجھنے والے اور بھی کم ہوتے ہیں۔

سو جن کو اللہ تعالےٰ نے یہ استعداد دی ہے کہ وہ سنیں سمجھیں اور پھر اس پر عمل کریں۔ انہیں چاہیئے

دوسروں کا بھی خیال رکھیں

جب اکٹھے دریا میں کودنے لگیں تو ضرور اپنے ساتھیوں کا جو تیرنا نہ جانتے ہوں خیال رکھا جاتا ہے۔ پھر کیوں ایسا نہیں کیا جاتا کہ جو کمزور۔ روحانی امور میں سستی دکھاتے اور دینی کاموں میں حصہ کم لینے والے یا نہ لینے والے ہوں انہیں بھی توجہ دلائی جائے۔ اسلام ہر ایک مومن کے لئے یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ آگے بڑھانے کی کوشش کرے اور یہ ایسی مواخات اور مساوات ہے کہ اسلام کے سوا کہیں نظر نہیں آتی۔ سب میں ایسا رابطہ اور رشتہ پیدا کر دیا ہے جو سب رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ ایک شخص نماز کے لئے آتا ہے اور خیال کرتا ہے ہمسایہ سو نہ گیا ہو اس لئے وہ گھر سے نکل کر سیدھا مسجد کی طرف جانے کی بجائے پہلے ہمسایہ کو آواز دے لیتا ہے اور اس کی آواز سے ہمسایہ نماز میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کو بھی

ویسا ہی ثواب

ملے گا جیسا خود پڑھنے والے کو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ الدال علی الخیر کفاعلہٖ خیر کی طرف لے جانے والا ثواب کا ویسا ہی مستحق ہوتا ہے جیسا کہ نیکی کا کام کرنے والا۔ تو صرف آواز دے دینے سے دو نمازوں کا ثواب مل گیا۔ اور اگر تین یا چار کو آواز دے کر ساتھ لے لیا تو ایک تو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب آگے ہی بہت زیادہ ہے۔ پھر دو تین یا چار گنا ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک شخص چندہ دینے لگتا ہے اسے خیال آتا ہے۔ آج میرے ہمسایہ کے پاس روپیہ ہے۔ ممکن ہے کل کو خرچ کر دے۔ اس لئے وہ اسے بھی تحریک کر دیتا ہے اور وہ چندہ ادا کر دیتا ہے۔ اب اسے بھی اس کے چندہ دینے کا ثواب حاصل ہوگا اور اسی طرح تحریک کرکے وہ جتنے لوگوں سے چندہ وصول کرائے گا اتنا ہی اسے زیادہ ثواب ملے گا۔ ایسی معمولی باتوں سے بھی انسان بہت ترقی کر سکتا ہے۔ اگر ذرا سا خیال رکھ لیا جائے اور اپنے ہمسایوں اور ملنے والوں میں نیکی کرنے کی تحریک کی جائے تو اس سے عظیم الشان فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایک طرف تو دین کے کام میں بہتری ہو سکتی ہے اور دوسری طرف ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

پس جن کو اللہ تعالےٰ استعداد دے وہ ضرور اسی طرف توجہ کریں اور اس بات کا خیال رکھیں۔ اس

استعداد کا نشان

یہ ہے کہ اسے خود اس کام کے کرنے کی توفیق مل جائے۔ اگر کسی کو صبح کی نماز میں شامل ہونے کی توفیق مل جائے تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ اس میں استعداد ہے کہ دوسروں کو بھی اس نماز میں شریک ہونے کی تحریک کر سکے۔ پس اسے چاہیئے ہمسایوں کو بھی آواز دے کر جگا لے۔ اسی طرح عشاء کی نماز میں آنے کی جسے توفیق ملتی ہے وہ سمجھ لے اس میں اوروں کو نماز کی تحریک کرنے کی استعداد ہے۔ پس وہ ہمسایوں کو بھی آواز دے دے۔ ممکن ہے ان میں سے کوئی سو گیا ہو۔ اسی طرح اور بھی بہت سے کام ہیں جن میں استعدادوں کا پتہ لگ سکتا ہے۔ باقی رہیں باریک استعدادیں۔ سو ان کا انسان کو خود ہی علم ہو جاتا ہے اسے روحانی علوم حاصل ہوتے ہیں اور روحانی کھڑکی جب کھلتی ہے تو وہ خود ہی اپنا پتہ بنا دیتی ہے۔

پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نہ صرف خود دین کے کام کرنے میں چست ہوں بلکہ

دوسروں کو بھی چست کرنیکی کوشش کریں

جتنے لوگ بھی کسی کے ذریعہ سنبھل جائیں اتنوں کا ہی ثواب اسے حاصل ہوگا اور اگر کوئی کسی غیر کو نہیں صرف اپنے بیوی بچوں کو ہی دین میں چست کر دے تو اس کا بھی اسے ثواب ملے گا۔

میں نہیں سمجھتا کوئی بھی جماعت ایسی ہو جس میں ایک شخص بھی ایسا نہ مل سکے جو یہ فرض انجام دے سکے اور اگر ایک ایک شخص بھی ہر جماعت میں ایسا کھڑا ہو جائے تو اپنی جماعت میں وہ بہت چستی پیدا کر سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ جماعت کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری کا ہی یہ فرض قرار دیا جائے جن میں خدا تعالےٰ نے یہ استعدادیں ودیعت کی ہوں وہ سب کے سب اسے سر انجام دیں۔

میں نے دیکھا ہے مستعد آدمی جہاں جاتے ہیں وہاں کی جماعت میں ایک نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ مگر عام طور پر اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ یہی خیال کر لیا جاتا ہے کہ سب وعظ سنتے اور اخباریں پڑھتے ہیں۔ پھر کسی کو سمجھانے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں پڑھنے یا سننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ انہیں

جگانے کی ضرورت

ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک خدا تعالےٰ نے کسی میں استعداد رکھی ہو اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ یہی مساوات ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ مساوات یہ نہیں کہ قوم کا روپیہ اکٹھا کرکے سب میں برابر تقسیم کر دیا جائے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو استعداد اور خوبی ایک میں ہو دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچایا جائے۔

پس میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس ثواب کمانے کے ذریعہ کی طرف متوجہ ہوں تو جماعت کے اندر ایسا تغیر پیدا ہو سکتا ہے کہ دنیا دیکھ کر دنگ رہ جائے جن کو اللہ تعالےٰ کسی نیکی یا قربانی کے کرنے کی توفیق دے انہیں چاہیئے اسے کرتے وقت دوسروں کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اور اس طرح

جماعت کو ایک لیول پر لانے کی کوشش

کریں۔ اللہ تعالےٰ ان کو بھی اور مجھے بھی اس کی توفیق دے۔

(آمین یا رب العٰلمین)

دارالافتاء ربوہ

چند سوال اور ان کے جواب

از مکرم ملک سیف الرحمن صاحب ناظم دارالافتاء

سوال۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ پھر انہوں نے آپس میں جنگ کیوں کی؟

جواب۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی بزرگی، نیکی، تقوےٰ، اسلام سے ان کی محبت اور ان کی اسلامی خدمات ہی اس بات کی مقتضی ہیں۔ اور اسی میں خیر ہے کہ ہم اس بارہ میں حسن ظنی سے کام لیں۔ اور ظنوا المومنین خیرا پر عمل کریں۔ اور ان رنجدہ تاریخی واقعات کے کھوج میں نہ پڑیں۔ کیونکہ نہیں معلوم کہ صحیح واقعات کیا تھے۔ اور کن عناصر نے غلط فہمیاں پھیلا کر ان بزرگ وجودوں کو آپس میں الجھا دیا تھا تاہم اتنا یقینی ہے اور بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ دونوں کی نیت بخیر تھی اور وہ آپس میں لڑنے کا قطعی کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ بعض غرض مند اور سماج دشمن عناصر نے دونوں لشکروں کو آپس میں بھڑا دیا تھا۔ جس کا بعد میں حضرت عائشہؓ کو عمر بھر افسوس رہا۔ اس بارہ میں مناسب ہوگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی معرکۃ الآرا کتاب "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

سوال۔ سلسلہ سوال وجواب بہت خوب اور علم افزا ہے۔ لیکن کبھی کبھی بڑے سرسری اور غیر تحقیقی جواب ہوتے ہیں مثلاً ۱۵/۱/۶۲ کے الفضل میں عدت وفات کے تعلق میں فریعہ بنت مالک کی حدیث پیش کر کے یہ یہ تاثر دیا گیا ہے کہ عورت کو عدت وفات بہرحال وہاں گزارنی چاہیئے جہاں اسے اپنے خاوند کی وفات کی خبر ملے۔ حالانکہ یہ رائے ہر حال میں معقول نظر نہیں آتی۔ فرض کریں ایک عورت کسی سہیلی کو ملنے دوسرے شہر گئی ہوئی ہے۔ اور اچانک اسے اپنے خاوند کی وفات کی خبر ملتی ہے۔ اب کیا وہ اپنے گھر نہ آئے۔ اور خاوند کی میت تک کو نہ دیکھے بلکہ چار ماہ دس دن تک اپنی سہیلی کے پاس ہی رہے۔ خواہ اس کی سہیلی اسے اتنا عرصہ ٹھہرانا پسند ہی نہ کرے؟

جواب۔ فریعہ بنت مالکؓ کی حدیث کے الفاظ قابل غور ہیں۔

عن فریعۃ بنت مالک قالت خرج زوجی فی طلب أعلاج فادرکھم فی طرف القدوم فقتلوہ فاتانی نعیہ وانا فی دار شاسعۃ من دور اھلی فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذالک لہ فقلت ان نعی زوجی اتانی فی دار شاسعۃ من دور اھلی ولم یدع نفقۃ ولا مالاً ورثتہ ولیس المسکن لہ فلو تحولت الی اھلی واخوتی مکان ارفق لی فی بعض شانی قال تحولی فلما خرجت الی المسجد اوالی الحجرۃ دعانی او امر بی فدعیت فقال امکثی فی بیتک الذی اتاک فیہ نعی زوجک حتی یبلغ الکتاب اجلہ فاعتددت فیہ اربعۃ اشھر وعشراً قال وارسل الی عثمان فاتتہ فاخبرتہ فاخذ بہ (مسلم ترمذی)

یعنی فریعہ بنت مالک بیان کرتی ہیں کہ میرے خاوند کے کچھ غلام بھاگ گئے تھے وہ ان کی تلاش میں گیا اور قدوم کے اطراف میں انہیں جا لیا۔ لیکن انہوں نے اکٹھا کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کی موت کی خبر مجھے اپنے خاندانی گھروں سے دور ایک ایسے مکان میں پہنچی جہاں میں ان دنوں ٹھہری ہوئی تھی۔ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئی اور صورت حال بیان کی کہ اپنے خاندان سے دور ایک مکان میں رہائش ہے وہاں نہ کوئی خرچ کا انتظام ہے۔ اور نہ میرے پاس مال ہی ہے۔ مکان بھی میرے مرحوم خاوند کا نہیں۔ ایسے حالات میں اگر اجازت ہو۔ تو میں اپنے میکے اٹھ آؤں۔ اس طرح میری بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی آپ نے مجھے انتقال مکانی کی اجازت دے دی۔ لیکن جب میں آپ سے رخصت لے کر باہر آئی۔ تو آپ نے مجھے دوبارہ بلا بھجوایا اور فرمایا۔ عدت کے عرصہ میں وہیں رہو جہاں تمہیں اپنے خاوند کی خبر ملی تھی۔ چنانچہ میں نے چار ماہ دس دن وہیں گزارے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں مجھ سے اس واقعہ کے متعلق استفسار فرمایا اور میرے بتانے پر اسی کے مطابق احکام جاری کئے۔

صحابہؓ میں سے حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ حضرت ابن عمرؓ۔ حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ اور ائمہ میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام شافعیؒ وغیرہم اس کے مطابق ہی فتوے دیتے ہیں۔ اور مکان عدت کو چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتے۔ متعدد صحابہ کرام سے بیوہ عورتوں نے شکایت کی کہ یہ سختی ناقابل برداشت ہے۔ لیکن صحابہ نے زیادہ سے زیادہ جو اجازت دی کہ دن کے وقت اپنے رشتہ داروں کی بیمار پرسی کے لئے یا اپنے ضروری کام سے باہر جا سکتی ہے۔ یا اگر جی اکتا جائے تو کسی پڑوسن کے پاس جا کر دل بہلا سکتی ہے۔ لیکن رات بہرحال اپنے اسی گھر میں بسر کرنی ہوگی۔ جہاں اسے اپنے خاوند کی وفات کی خبر ملی ہے۔ اور جہاں اسے عدت گزارنی ہے۔

علامہ شوکانی نے ساری صورت حال پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فریعہ کی حدیث کے خلاف کسی نے کوئی قابل اعتماد روایت پیش نہیں کی۔ فالتمسک بہ متعین۔ یعنی اس لئے یہی واجب العمل ہے۔

حضرت علیؓ نے اس رائے کا اظہار فرمایا ہے کہ جو عورت سفر میں ہے وہ ایسی خبر ملنے پر واپس گھر آ سکتی ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔

انہ جوز للمسافرۃ الانتقال

لیکن دوسرے صحابہ اور ائمہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ثابت شدہ حدیث کے خلاف فرد کی رائے قابل حجت نہیں

پس جبکہ فقہا اور صحابہؓ کی اکثریت ایک بات مانتی ہے اور اکثر ائمہ مذاہب اس پر متفق ہیں۔ اور یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں بلکہ عملی ہے۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء سے بھی اس کے خلاف کوئی سند نہیں ملتی۔ تو پھر کس طرح محض اپنے عقلی استدلال کی بناء پر کوئی نئی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔ صورت حال بعض اوقات بیشک بڑی عجیب وغریب ہو جاتی ہے۔ اور فیصلہ دینے میں سخت الجھن سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ تاہم فقہی امور میں نئی رائے قائم کرنے کے لئے جو اصول متعین ہیں۔ ان سے اگر کوئی سہارا نہ ملے۔ تو محض اپنی ذہنی الجھن کی بناء کسی نئے راستہ کو اختیار کر لینا بڑی جرأت کا کام ہوگا۔ جس کی ہمارے مسلک کے مطابق منفردانہ حیثیت میں کوئی گنجائش نہیں۔ ہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے ایک راہ تحقیق کی تجویز فرما دی ہے۔ جو ایسے الجھن والے مسائل کے بارہ میں مجلس افتاء سے مشورہ حاصل کرنے حق کا طریق کار متعین ہے۔ پس اس الجھن کو مجلس افتاء میں پیش کیا جائے گا۔ پھر اس صورت حال اور اس مسئلہ سے متعلق تمام مباحث کتب حدیث وفقہ کو سامنے رکھ کر جو رائے قائم ہوگی اسے اخبار میں شائع کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سوال۔ بعض اوقات اپنا کام کروانے کے لئے خاص قسم کی سفارش کروانی پڑتی ہے۔ یا افسر مجاز کو تحفہ دینا پڑتا ہے۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی خوشنودی حاصل کر کے اس سے اپنا کام نکلوایا جائے۔ کیا یہ رشوت تو نہیں۔

جواب۔ دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ انسان کو ایسے حالات سے بچائے رکھے۔ جس کی وجہ سے وہ کسی کو رشوت دینے یا ناجائز سفارش کرانے پر مجبور ہو۔ کیونکہ دراصل تقوےٰ کی کمی کی وجہ سے ہی انسان ایسے حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے۔ اور اس کے لئے ایسی روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ کہ اس کے علم وگمان میں نہ ہوں یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالےٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغ گوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا۔ اس لئے وہ دروغگوئی سے باز نہیں آتا۔ اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالےٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا ہے اور اسے ایسے موقعہ سے بچا لیتا ہے۔ جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ ... جو دینی امور کے خارج ہوں۔" (ملفوظات ۱/۱۲)

سوال۔ امام الصلوٰۃ بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔ لیکن بوجہ کمزوری فجر کی نماز میں نہیں آ سکتا۔ اس بارہ میں کیا حکم ہے۔

جواب۔ فجر کی نماز کے لئے کسی اور کو امام بنا لیا جائے۔ اور باقی نمازیں اصل امام ہی پڑھائے۔ ایسا انتظام کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور نہ فجر کی نماز میں آ سکنے کی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ اس امام کو ہٹا دیا جائے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ عذر کی بناء پر مسجد میں نہیں آ سکتا۔ ہاں یہ تسلی ہونی چاہیئے کہ عذر واقعہ میں معقول ہے۔

مجالس انصار اللہ ضلع نواب شاہ کے دوسرے سالانہ اجتماع کیلئے

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا پیغام

اتحاد و اتفاق ایک بہت بڑی نعمت ہے جو جماعت کی ترقی کیلئے بیحد ضروری ہے

مورخہ ۱۶-۱۷ مارچ ۱۹۶۳ء کو رحیم آباد کے مقام پر ضلع نواب شاہ کی مجالس انصار اللہ کا دوسرا سالانہ اجتماع منعقد ہوا تھا۔ اس اجتماع کے موقع پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے جو ایمان افروز پیغام ارسال فرمایا تھا۔ اس کا مکمل متن افادۂ احباب کے لئے مندرجہ ذیل کیا جاتا ہے:۔

احباب کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مجھے اس امر سے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ کہ ضلع نواب شاہ کے انصار ۱۶، ۱۷ مارچ کو رحیم آباد کے مقام پر سالانہ تربیتی اجتماع منعقد کر رہے ہیں۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے اس سال کے پروگرام میں یہ امر بھی شامل ہے کہ ضلعی اور علاقائی مقامات پر ہر جگہ انصار کے تربیتی اجتماع منعقد کئے جائیں۔ مجھے خوشی اس امر کی ہے کہ مرکز کی اس تحریک پر سب سے پہلے لبیک کہنے کی توفیق خدا تعالیٰ نے ضلع نواب شاہ کے انصار کو دی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس علاقہ کی جماعتوں کے اخلاص میں اور زیادہ برکت دے۔ اس اجتماع کو ان کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت ثابت کرے۔ اور انہیں اس سال سے بہت بہتر طریق پر دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس اجتماع کے انعقاد کے لئے اس علاقہ کی مجالس انصار اللہ کے عہدیدار ان اور کارکنان مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مجھے بے حد خوشی ہوتی اگر میں اس اجتماع میں خود شریک ہوتا۔ اور اپنے مخلص بھائیوں سے ملتا۔ مگر مرکز میں میری مصروفیات اس امر میں مانع ہیں۔ اس لئے میں اپنی طرف سے اور مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد قائد عمومی کو اس اجتماع میں شرکت کے لئے بطور نمائندہ بھجوا رہا ہوں۔ خواہش کی گئی ہے کہ میں آپ کے ضلع کے انصار کے نام ایک پیغام بھجواؤں اس لئے میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کے افتراق و تشتّت کے اس دور میں ہمیں ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی سعادت بخشی ہے اتحاد و اتفاق ایک بہت بڑی نعمت ہے جو جماعت کی ترقی کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اسے ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ یہ محض اس کا احسان ہے جو اس نے تمہیں اپنے فضل سے ایک ہاتھ پر متحد کر دیا ہے۔ ورنہ زمین و آسمان کی تمام دولت خرچ کرنے سے بھی یہ اتحاد و اتفاق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے ہمیں دل سے اس کی قدر کرنی چاہیئے اور کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہونے دینی چاہیئے جو اس اتحاد و یکجہتی کو ٹھیس لگانے کی باعث بنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ طریق نامبارک ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو۔ خدا تعالےٰ نے صحابہ کو بھی یہی طریق و نعمت اخوت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے۔ تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اس طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کریگا

. . . .

. . . .

. . . خدا تعالےٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں۔۔۔۔ دیکھو ایک دوسرے کو شکوہ کرنا دل آزاری کرنا۔ اور سخت زبانی کرکے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۸۰-۲۸۱)

نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ دستور ہونا چاہیئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جائے۔ اور ان کو طاقت دی جائے۔ یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں۔ ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اسے ڈوبنے دے؟ اس کا فرض ہے کہ اس کو ڈوبنے سے بچائے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے۔ کہ تعاونوا علی البر والتقوی کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عملی ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت جماعت نہیں ہو سکتی۔ جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ دیکھو۔ وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے۔ اور جب چار مل کر بیٹھیں تو اپنے ایک غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں۔ اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں۔ اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیئے۔ بلکہ اجماع میں چاہیئے کہ قوت آجاوے اور وحدت پیدا ہو جاوے۔ جس سے محبت ابھرتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ذرا ذرا سی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مخالف لوگ جو ہماری ذرا ذرا سی بات پر نظر رکھتے ہیں۔ معمولی باتوں کو اخباروں میں بہت بڑی بنا کر پیش کر دیتے ہیں"

(الحکم جلد نمبر ۲ صفحہ ۳)

اللہ تعالےٰ ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے۔ اور ہمیں حضور علیہ السلام کے ان ارشادات پر صحیح رنگ میں عمل پیرا ہونے کی توفیق دے تا جماعت میں اتفاق و اتحاد ہمیشہ قائم رہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے یہ عاجز بندے یکسوئی اور یکجہتی کے ساتھ اپنا سب کچھ دین کی اشاعت کے لئے ہمیشہ وقف رکھیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو اور ہمیشہ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین

فقط والسلام

خاکسار مرزا ناصر احمد

صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ

۱۴ مارچ ۱۹۶۳ء

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے چٹ نمبر کا حوالہ اور پتہ خوشخط لکھا کریں

تلاش گمشدہ

کھاریاں سے عزیزم مبشر احمد طارق مورخہ ۱۸؍۳؍۶۳ کو گھر سے کہیں نکل گیا ہے اور نانویں کلاس کا طالبعلم ہے۔ قد میانہ ہے رنگ گورا ہے۔ اگر وہ یہ اعلان خود پڑھے تو گھر آجاوے۔ کیونکہ اس کے بوڑھے والدین بہت غمگین ہیں اور اگر کسی احمدی کو اس کا پتہ ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دیں۔

(ایم منظور احمد کھوکھر فرنیچر مارٹ کھاریاں ضلع گجرات)

درخواست ہائے دعا

۱۔ ایک غیر از جماعت دوست عرصہ ۹ سال سے شدید بیمار ہیں۔ بزرگان سلسلہ کامل صحت یابی کے لئے دعا فرما دیں۔ (ناصر احمد معلم وقف جدید چک ۳۲ جنوبی ضلع سرگودھا)

۲۔ میری بہو اہلیہ اعجاز احمد صاحب ڈار بعارضہ بلڈ پریشر عرصہ ایک ماہ سے بیمار ہے۔ اس کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

(محمد اسمٰعیل ڈار مین بازار گنج مغلپورہ لاہور)

۳۔ میرے اہل و عیال بیمار ہیں ان کی صحت و عافیت کے لئے احباب سے درخواست دعا ہے

خاکسار بشیر الدین احمد سیکرٹری انجمن احمدیہ ڈھڈرانجھا سرگودھا

۴۔ میرا چھوٹا بھائی عبد الحمید ضعف قلب بیمار ہے اور دورے ہوتے ہیں جن کے باعث کافی کافی عرصہ بے ہوش رہتا ہے۔ فضل عمر ہسپتال میں بغرض علاج داخل ہے۔ بزرگان سلسلہ و احباب جماعت اور درویشان قادیان دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ برادرم کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(خاکسار:۔ رانا محمد دین گولبازار ربوہ)

چندہ تعمیر دفتر وقفِ جدید

جماعت کے مندرجہ ذیل مخلص اور مخیر احباب نے تعمیر دفتر کے چندہ کے وعدے اور نقد روپیہ ارسال فرمایا ہے۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ ان تمام بھائی بہنوں کی قربانی کو قبول فرماوے اور دینی و دنیاوی ترقی و خوشحالی عطا فرماوے۔ آمین۔

مکرم حاجی عبدالرحمٰن صاحب ڈینٹسٹ ملتان (دوسرا ہزار) ---- ۱۰۰۰

مکرم ڈاکٹر محمد جی صاحب میانوالی ---- ۱۰۰۰

مکرم محمد عبدالقدیر صاحب قاضی احمد ضلع نواب شاہ نقد ---- ۱۰۰۰

مکرم میرزا ارشد بیگ صاحب بہاولپور نقد ---- ۱۰۰۰

مکرم ڈاکٹر احتشام الحق صاحب محمد آباد ---- ۱۰۰۵

مکرم ڈاکٹر خواجہ احمد صاحب گجرانوالہ ---- ۱۰۰۰

مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب قصور والے کراچی ---- ۲۲۵

ڈاکٹر شریف احمد صاحب دارالرحمت شرقی نقد ---- ۱۰۰۰

ٹھیکیدار محمد یعقوب صاحب سیالکوٹ ---- ۲۰۰

مکرم عبدالمغیث خان صاحب لاہور ---- ۱۰۰۰

مکرم شیخ محمد شریف صاحب آف کوئٹہ لاہور ---- ۱۰۰۰

مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب بریگیڈ ٹرانسپورٹ ---- ۱۰۰

" چوہدری نور محمد صاحب ایڈووکیٹ ---- ۲۵۰

" میر قمر الاسلام صاحب سلیم ---- ۲۵

" مولوی محمد نواز خاں صاحب تنگی ---- ۲۵۰

" چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے سنت نگر ---- ۲۰۰

" سید حشمت اللہ صاحب پاشا ---- ۲۷

" چوہدری محمد امجد خاں صاحب ایس ڈی او ---- ۵۰

" قریشی محمد لطیف صاحب الیکٹ ---- ۲۵۰

" شیخ سلیم اللہ صاحب نوشہرہ نقد ---- ۵۱

" میاں منور علی صاحب پسر میاں اکبر علی صاحب مرحوم ---- ۲۵

" میاں مظفر علی صاحب ---- ۲۵

" چوہدری منور لطیف احمد صاحب ایڈووکیٹ ---- ۵۰

" متفرق احباب کرام لاہور ---- ۱۰۱

احباب کرام موضع جھول۔ رحیم یار خان ---- ۵۲

احباب جماعت میانوالی ---- ۲۱-۲۵

احباب جماعت چک مراد ۱۶۶۔ بہاولنگر ---- ۹۸

احباب کرام بہاولنگر ---- ۱۲۱

احباب کرام ڈنڈیا سیمنٹ فیکٹری کھیوڑہ ---- ۲۵-۵۰

احباب جماعت حویلیاں۔ ہزارہ نقد ---- ۶۸

احباب جماعت کھاریاں ---- ۵۰

احباب جماعت منڈی بہاؤالدین ---- ۱۰۰

احباب جماعت بہاولپور ---- ۸۲-۵۰

مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب معہ اہلیہ ہوتی مردان نقد ---- ۳۰۰

مکرم بشیر احمد صاحب سیٹھ کراچی ---- ۵۰

" فضل احمد صاحب چٹاگانگ ---- ۲۰

" محمود احمد صاحب ---- ۲۵

" خواجہ احمد صاحب پریذیڈنٹ ---- ۲۰

مکرم اے کے سلیم الدین احمد صاحب ---- ۲۵

" ایم ڈی سعدی معہ اہل و عیال ---- ۳۰

غلام احمد خان صاحب ---- ۷۵

نورالدین اینڈ سنز ---- ۲۵

مسٹر انور چٹاگانگ ---- ۲۵

چوہدری احسان اللہ صاحب ---- ۵۰

محترمہ نورالدین ذہرہ صاحبہ ---- ۲۵

محمد نظام الدین صاحب معہ اہل و عیال ---- ۲۵

عبدالستار صاحب ---- ۲۵

احمد الرحمان صاحب ---- ۲۵

بقیہ احباب کرام و معزز خواتین ---- ۳۳۸

فتح محمد صاحب کوٹ احمد یار ضلع جھنگ ---- ۸۱

نوٹ:۔ بیس روپے سے کم کے وعدے شائع نہیں ہو سکے۔ جن احباب نے ابھی تک چندہ ادا نہیں کیا ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے وعدہ کی رقم جس قدر ممکن ہو سکے ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جزاھم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء

(ناظم مال وقفِ جدید)

تعلیم الاسلام ہائر سکنڈری سکول گھٹیالیاں

احباب اس امر کو سن کر خوش ہوں گے کہ تعلیم الاسلام ہائر سکنڈری سکول گھٹیالیاں گورنمنٹ کے منظور شدہ کالجوں کی لسٹ میں آ چکا ہے اور اس سلسلہ میں سال رواں کی گرانٹ دس ہزار روپیہ بھی مل چکی ہے۔ نیز ہائر سیکنڈری سکول کی تعمیر کے سلسلہ میں پچاس ہزار روپیہ کی بلڈنگ گرانٹ بھی مل چکی ہے۔ عنقریب نئی عمارت کا سنگ بنیاد بھی رکھا جائے گا۔

احباب جماعت دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ مکرم بابو قاسم الدین صاحب امیر ضلع سیالکوٹ و منیجر تعلیم الاسلام ہائر سکنڈری سکول گھٹیالیاں و مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم اے کی کوششوں میں برکت ڈالے اور یہ مثالی کالج بن جائے۔

ضلع سیالکوٹ کی جماعتوں پر اور اردگرد کی متصل جماعتوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس قومی ادارہ میں اپنے بچوں کو داخل کرائیں۔ نویں۔ دسویں۔ گیارھویں۔ بارھویں میں داخل کرایا جا سکتا ہے۔ ہوسٹل کی عمارت تیار ہو چکی ہے اور تیس بچے رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ عمدہ ماحول ہے اور خرچ بہت کم ہے۔ تربیت کا اعلیٰ انتظام موجود ہے۔ احباب اس طرف توجہ فرماویں۔

(ناظر تعلیم ربوہ)

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

مراسلہ

عقیدۂ آمدِ مسیح موعود و مہدی معہود اور مسئلۂ کفر

آج کل پھر ۱۹۵۳ء کی طرح کے حالات پیدا کرنے کے لئے احمدی مسلمانوں کے خلاف چند علما کہلانے والے لوگوں نے اپنی سیاسی اغراض کو دینی لبادہ میں لپیٹ کر عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ہنگامہ آرائی شروع کر رکھی ہے "کہیں وہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس"، کا ڈھونگ رچا کر احمدیوں کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے اور کہیں احمدیوں کے خلاف اپنے مزعومہ الزامات اور مزعومہ عقائد بیان کر کے خارج از اسلام وغیرہ کے فتاوی سے احمدیوں کے خلاف منافرت و مغائرت کو ہوا دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر احمدی مسلمان حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات قدسیہ کے بیان کے لئے "سیرۃ النبی صلعم"، کے جلسہ کا انتظام کرتے ہیں تو یہ اسلام کے نام لیوا علما اور حضرت نبی اکرم کی ناموس کی محافظت کے دعویدار علما اس مبارک تقریب کے انعقاد میں نہ صرف مزاحم ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ بجبر اس جلسہ کے انعقاد کو روک دیتے ہیں۔ جیسے کہ حال ہی میں رحیم یار خاں کے مقام پر وہاں کے علما کہلانے والے طبقہ نے عوام کو اکسا کر اور آمادہ فساد کر کے "جلسہ سیرت النبی"، کو منعقد نہ ہونے دیا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے!

احمدیوں کے متعلق مذکورہ بالا قسم کے عمل کا اعتراض یہ ہے کہ احمدی چونکہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں اس لئے وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مسیح موعود اور مہدی معہود کے ماننے کا عقیدہ بھی اسلام سے اخراج کا سبب ہو سکتا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو وہ ہر مسلمان جو کہ مسیح اور مہدی کی آمد کا عقیدہ رکھتا ہے خارج از اسلام ہے اس میں احمدی اور غیر احمدی کی تخصیص کی گنجائش ہرگز نہیں ہو سکتی۔

لطف کی بات یہ ہے کہ عوام الناس کو احمدی مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے والے اور ملک کی پر امن فضا کو مکدر کرنے والے علما کا یہ طبقہ بھی مسیح موعود اور مہدی معہود کے معتقدین میں اپنے آپ کو شمار کراتا ہے خواہ وہ مسیح و مہدی کوئی ہو اور ان کے اعتقاد کے مطابق اس کا ظہور ابھی نہ بھی ہوا ہو۔

بہرحال وہ مسیح اور مہدی کے وجود اور ظہور کے قائل ہیں اور ظہور سے قبل ہی ان کے نام لیوا اور معتقدین کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ جب عقیدہ کے لحاظ سے احمدی مسلمانوں اور دیگر مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں تو احمدی مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے کیونکر خارج از اسلام ہو سکتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں پر اس عقیدہ کا کیوں یہ اثر نہیں پڑتا۔

باقی رہا مسیح موعود اور مہدی معہود کے متعلق شخصیت کا یہ سوال! تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے کوئی ایک فریق دوسرے پر کفر کا فتویٰ صادر کر سکتا ہو جبکہ اصل مبنا عقیدہ ہے اور وہ ہر دو طبقہ میں قدر مشترک رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک فریق جو کسی ہستی کو اس کے کارناموں کی بنا پر مسیح موعود اور مہدی معہود تسلیم کرتا ہے اور اس کی راہنمائی میں "خدمت دین"، کے لئے دامے۔ درمے۔ قدمے۔ سخنے کمربستہ اور "اشاعت اسلام"، کی خاطر دنیا کے کناروں تک کوشاں ہو "راہ راست"، پر ہو۔ اور دوسرا گروہ جس کے پاس کوئی ایسی غنیمت مقابلۃً موجود نہ ہو محض عقیدہ ہی عقیدہ اور انتظار ہی انتظار ہو اور خدمت دین اور اشاعت اسلام کی رمق تک نہ پائی جاتی ہو غلطی پر ہو جس گروہ کی اپنی پوزیشن اس قدر کمزور ہو اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے ہی ہم عقیدہ مگر خدمت دین اور اشاعت اسلام میں فعال جماعت کو خارج از اسلام کرنیکا فتوےٰ صادر کرے۔ یا للعجب ایسے طبقہ کو نہ تو اسلام کے صریح حکم "لا اکراہ فی الدین"، کا کچھ پاس ہے اور نہ ہی ملکی حالات کی نزاکت کا کچھ احساس ہے۔ اور نہ ہی اپنے ہمسایہ ملک سے سبق حاصل کرنے کا شعور موجود ہے جو کہ چین کے ساتھ جنگی حالات کے پیش نظر اپنے تمام اندرونی اختلافات کو طاقِ نسیان میں رکھ کر ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں۔ پنجابی صوبہ۔ دراوڑستان وغیرہ کی آواز تک سننے میں نہیں آتی مگر ہمارے علما کا یہ سیاسی طبقہ اپنی سیاسی برتری کے حصول کی خاطر مذہبی بات کے غلط استعمال کے ذریعہ ملک میں بدامنی پھیلا کر اقتدار حاصل کرنے پر تلا ہوا ہے اور ہر ناجائز حربہ کے استعمال کو عین اسلام پیش کرنے پر کمربستہ۔ الحذر اے وائے مسلم الحذر

ایم۔ بی۔ واثق راولپنڈی

درخواست ہائے دعا چند دنوں سے میرے دانتوں کو اور سر کو سخت تکلیف رہتی ہے احباب دعائے صحت فرمائیں۔

(ملک اسلم خان گلی 55 مکان 877 بزاز محلہ لاہور چھاؤنی

میرے بڑے بھائی کی کافی عرصہ سے صحت خراب ہے احباب کامل صحت کے لئے دعا کریں (ایڈیٹر ہذا انور دارمین ربوہ

امانت تحریک جدید کی ضرورت

امانت تحریک جدید میں شمولیت تو مفت کا ثواب ہے۔ کیونکہ امانت تحریک میں حساب کھلوانے سے حسابدار جب چاہیں اپنی رقوم برآمد کرا سکتے ہیں۔ اور ان کی جمع کردہ رقوم بفضلہ تعالےٰ بالکل محفوظ ہیں۔ نیز اس طرح کفایت شعاری اور پس اندازی کے نتیجہ میں افراد جماعت نے بہت سے فوائد حاصل کئے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نے مجموعی طور پر اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ اس لئے آپ کی خدمت میں بذریعہ عریضہ ہذا التماس ہے کہ آپ خود بھی امانت تحریک جدید میں حساب کھلوائیں۔ نیز اپنے حلقہ میں اس کے لئے پُرزور تحریک فرمائیں۔

اس سے پہلے روپیہ جمع کرانے اور روپیہ لینے کے لئے امانت دار حساب کو خزانہ صدر انجمن میں جانا پڑتا تھا۔ اب ان کی سہولت کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ دفتر امانت تحریک میں روپیہ جمع بھی کرایا جا سکتا ہے۔ اور نقد حاصل بھی کیا جا سکتا ہے۔

امانت تحریک کی تفصیلات کے لئے منسلکہ فارم ارسال خدمت ہے۔ از راہ کرم اپنی مساعی سے دفتر ہذا بھی مطلع فرما دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(خاکسار:۔ افسر امانت تحریک جدید ربوہ)

اہل ربوہ کے احتجاجی جلسہ کی روئیداد (بقیہ صفحہ اوّل)

پس ان حالات میں حکومت کا یہ اقدام نہایت غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔ ہمارے نزدیک حکومت کا یہ فعل نہایت غیر منصفانہ بھی ہے کیونکہ اس قسم کی پابندی قانون کی کسی عدالت میں یا عقلمند دنیا کی رائے کی عدالت میں ایک منٹ کے لئے بھی ٹھہر نہیں سکتی۔

ہمارے نزدیک حکومت کا یہ اقدام مذہبی معاملات میں دخل اندازی کے مترادف ہے اور ہمارے جذبات کو سخت مجروح کرنے والا ہے۔ ہمارے لئے قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ قیمتی چیز ہمارے امام کے ارشادات ہیں اور یہ چیز ہمارے لئے انتہائی دکھ اور رنج کا باعث ہے کہ ہمیں اپنے امام کے ارشادات عالیہ کو اپنے پاس رکھنے انہیں پڑھنے اور دوسروں کو پڑھانے سے قانوناً روک دیا جائے۔

نیز ہم ہرگز یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جو شخص دنیا میں امن اور سلامتی اور آشتی اور محبت اور صلح کا پیغام لے کر آیا تھا اس کی کوئی تحریر منافرت یا دشمنی کا باعث ہو۔ لہٰذا ہم ممبران جماعت احمدیہ مقامی ربوہ بالاتفاق حکومت کے اس فعل کو سراسر غیر منصفانہ اور بے ضرورت اور غیر دانشمندانہ قرار دیتے ہوئے زیر دست احتجاج کرتے ہیں اور حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ فوری طور پر اس حکم کو واپس لے لیا جاوے۔

ہم ہیں ممبران جماعت احمدیہ مقامی ربوہ"

جلسہ کی کسی قدر تفصیلی روئیداد

جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو مکرم حافظ شفیق احمد صاحب نے کی بعدہٗ مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب کارکن نظارت امور عامہ نے سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔

پس منظر تلاوت قرآن پاک اور نعت کے بعد سب سے پہلے مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف نے اس پس منظر پر روشنی ڈالی جس میں کہ آج سے ستر سال قبل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیت کے بالمقابل اسلام کے دفاع اور اس کی تائید میں بیش بہا کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ نے بتایا کہ کس طرح انیسویں صدی کے اوائل میں مغربی طاقتوں کے غلبہ و استیلاء کی آڑ میں عیسائی پادریوں نے تثلیث کا جال پھیلا کر متحدہ ہندوستان میں اسلام کو نیست و نابود کرنے اور برصغیر کی پوری آبادی کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کا منصوبہ تیار کیا اور کس طرح اسلام کے خلاف نہایت دلآزار کتابیں شائع کر کے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنا شروع کیا اور کس طرح ان کی ان کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں کے گھرانے کے گھرانے عیسائی مذہب قبول کرتے چلے گئے حتیٰ کہ ان عیسائیت قبول کرنے والوں میں بڑے بڑے عالم دین بھی شامل تھے۔ ایسے نازک وقت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر عیسائی پادریوں کی اس یلغار کا مقابلہ کیا اور اسلام کے دفاع میں ایسا شاندار لٹریچر پیدا کر دکھایا کہ پادریوں کے سب منصوبے خاک میں مل گئے نہ صرف ان کی بڑھتی ہوئی یلغار رک گئی بلکہ انہیں پسپائی پر مجبور ہونا پڑا۔ ایسی ہی عظیم الشان کتابوں میں سے ایک کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" بھی ہے جسے حکومت مغربی پاکستان نے اب آکر اس کی اشاعت اول کے ۶۵ سال بعد ضبط کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے کہا حکومت کا یہ اقدام جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے سخت بے چینی اور اضطراب کا موجب ہوا ہے کیونکہ اس سے عیسائیت کے از سر نو فروغ میں مدد ملتی ہے اور اشاعت اسلام کی راہ میں روک واقع ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ آپ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس حکم کو واپس لے کر اسلام دوستی اور انصاف پسندی کا ثبوت دے۔

دکھ اور درد کا اظہار بعدہٗ مکرم مولانا محمد صدیق صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ نے حکومت کے فیصلے کے خلاف احتجاجی قرارداد پیش کی۔ آپ نے مختصر تقریر کے بعد قرارداد کا مکمل متن پڑھ کر سنایا۔ آپ کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے قرارداد کی تائید کرتے ہوئے حکومت کے اس فیصلے پر دلی دکھ اور درد کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا میں اپنے سارے دل اور ساری جان کے ساتھ اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں اور یہ جانتے ہوئے کرتا ہوں کہ یہ میرے ہی نہیں بلکہ ہر احمدی کے دل کی آواز ہے۔ یہ ہر اس مسلمان کے دل کی آواز ہے جس کے دل میں محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق کا جذبہ موجزن ہے۔ یہ ہر اس شخص کے دل کی آواز ہے جو اپنے سینہ میں اسلام کا درد اور اس کے لئے غیرت کا جذبہ رکھتا ہے۔ ہمیں الفاظ نہیں ملتے جن میں ہم اپنے اس غم اور غصہ کا اظہار کریں جو حکومت کے اس فیصلہ سے ہمیں لاحق ہوا ہے ہم احتجاج کرتے ہیں اس فیصلے کے خلاف زمین پر بھی اور ہم احتجاج کرتے ہیں آسمان پر بھی۔ ایسا فیصلہ کرتے ہوئے نہ اسلام کے مفاد کو مدنظر رکھا گیا ہے اور نہ پاکستان کے مفاد کو۔ اسلام کے مفاد کو تو اس لحاظ سے مدنظر نہیں رکھا گیا کہ وہ لاکھوں انسان جو حق کے متلاشی ہیں انہیں اس بیش بہا لٹریچر کے پڑھنے اور اس طرح اسلام کو قبول کرنے سے روک دیا گیا ہے اور پاکستان کے مفاد کو اس لحاظ سے مدنظر نہیں رکھا گیا کہ وہ لاکھوں لاکھ انسان جو اس لٹریچر کی وجہ سے دنیا کے مختلف گوشوں میں اسلام کے نور سے منور ہوتے ہیں وہ کیا کہیں گے کہ پاکستان میں اس سرچشمہ کو ہی بند کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے ہم پر اسلام کی صداقت روشن ہوئی اور ہمیں ایمان کی دولت میسر آئی۔ پھر وہ سوچیں گے کیا اس ملک میں بائیبل ضبطی کے قابل نہیں جس میں خدا تعالیٰ کے استباز نبیوں اور رسولوں کو مطعون ٹھہرایا گیا ہے۔ پس ہم سب مل کر اپنے سارے دل اور ساری جان کے ساتھ اس قرارداد کی تائید کرتے ہیں نہ معلوم کس ساعت بد میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ قبل اسکے کہ یہ فیصلہ اسلام کے مفاد کے لئے مزید نقصان اور پاکستان کے لئے بدنامی کا موجب ہو اس فیصلے کو واپس لے لیا جائے ہم بیشک اس فیصلے کے خلاف احتجاج کرتے ہیں لیکن اسکے علاوہ ہمارا احتجاج آسمان پر بھی ہے اور اصل احتجاج آسمان پر ہی ہے۔ جب تک ہمارے دل خون نہیں ہو جاتے اور جب تک ہماری روح گداز ہو کر آستانہ الوہیت پر نہیں گرتی اور پگھل نہیں جاتی اس وقت تک اس ناانصافی کا مداوا نہیں ہو سکتا۔

ان تائیدی الفاظ کے بعد مکرم مولانا محمد صدیق صاحب نے دوسری قرارداد پیش کی جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ اس قرارداد کی نقول صدر پاکستان جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب، گورنر مغربی پاکستان جناب ملک امیر محمد خان صاحب، روزنامہ "الفضل" ربوہ اور پریس کو بھجوائی جائیں۔ جملہ سامعین نے یک زبان ہو کر بلند آواز سے ان ہر دو قرارداد کی پُرزور تائید کی۔

احتجاج کے دو طریق آخر میں صدر جلسہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے صدارتی ارشادات میں انیسویں صدی کے اوائل میں روئے زمین پر عیسائی پادریوں کی یلغار اور اسلام کے حق میں اسکے خوفناک نتائج کا ذکر کیا اور پھر اس یلغار کو روکنے کے سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم الشان کارناموں پر روشنی ڈالی اور اس ضمن میں علی الخصوص آپ کے پیش کردہ علم کلام کی اہمیت اور اس کے حیران کن نتائج و تاثیرات کو واضح کر کے بتایا کہ کس طرح آپ کے اس علم کلام اور آپ کی قائم کردہ جماعت کے نتیجہ میں عیسائیت کی بڑھتی ہوئی یلغار رکی اور پھر پسپا ہوئی اور ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ آج خود عیسائیت کے مراکز میں اسی علم کلام کی مدد سے اسلام پھیل رہا ہے اور اس کے ہمہ گیر غلبہ کی راہ ہموار ہو رہی ہے۔

بعد ازاں آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی کتاب "سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی ضبطی کے خلاف پُرزور احتجاج کرتے ہوئے احباب کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ ہم امن پسند جماعت ہیں۔ ہمیں اسلام نے اور پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یاددہانی کے رنگ میں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم قانون کا احترام کریں اور کبھی قانون شکنی کے مرتکب نہ ہوں۔ ہم محض ایک شہری کی حیثیت سے ہی قانون کے احترام کو ضروری خیال نہیں کرتے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہم قانون کے احترام اور امن پسندی کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ اس سے دوگونہ فرائض عائد ہوتے ہیں ایک فرض حکومت پر اور دوسرا خود ہم پر۔

جب ایک جماعت اس درجہ پُرامن اور امن پسند ہے کہ وہ قانون شکنی کو جرم ہی نہیں بلکہ گناہ خیال کرتی اور اس سے بہرحال مجتنب رہتی ہے تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ کوئی ایسا اقدام نہ کرے جو ایسی پُرامن جماعت کا دل دکھانے والا اور اسے قلبی اذیت پہنچانے والا ہو۔ کتاب کی ضبطی کا موجودہ حکم ہو سکتا ہے حکومت نے بے خبری میں دیا ہو ایسی صورت میں ہر احمدی کے لئے یہ ضروری اور لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ حکومت کو یہ احساس دلائے کہ اس کے اس فعل سے احمدیوں کے دل مجروح ہوئے ہیں حکومت وقت پر یہ واضح کرنے کے لئے کہ اس قسم کے احکام لاکھوں پُرامن شہریوں کو دکھ پہنچانے والے ہیں ہر احمدی مرد، ہر احمدی عورت، ہر احمدی بچے، ہر احمدی بوڑھے اور ہر احمدی جوان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ حکومت کو بتائے اور یاد دلائے کہ اس کے فلاں حکم سے اسے اور اس جیسے لاکھوں انسانوں کو دکھ پہنچا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو حکومت کہہ سکتی ہے اور وہ ایسا کہنے میں حق بجانب ہوگی کہ اگر تمہیں کسی حکم سے دکھ پہنچا تھا تو تم اسے حکومت کے نوٹس میں کیوں نہیں لائے۔

بہرحال یہ تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کا احترام اور اس کی سختی سے پابندی کرنے والی پُرامن جماعت کے جذبات اور حقوق کا خیال رکھے اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جو اس جماعت کے افراد کے لئے دکھ کا موجب ہو اور ان کے دلوں کو مجروح کرنے والا ہو۔ دوسری ذمہ داری خود ہم پر عائد ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم یہ امر کبھی فراموش نہ ہونے دیں کہ ہم قانون کے احترام کو جزو ایمان سمجھتے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ پُرامن رہتے ہوئے ہم اپنے حقوق حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو خدا کبھی ہمیں ایسی تعلیم نہ دیتا۔ ایسا خیال کرنے میں نعوذ باللہ خدا پر اعتراض آتا ہے کہ اس نے کیوں ایسی تعلیم دی۔ یقیناً ایسے پُرامن ذرائع موجود ہیں جن سے ہم اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔

اب حقوق حاصل کرنے کے دو ذرائع ہیں ایک دنیوی اور دوسرے روحانی۔ دنیوی ذریعہ تو جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں یہی ہے کہ ہم اپنا سینہ پھاڑ کر حکومت کے سامنے رکھ دیں اور اسے بتائیں کہ اس کے فلاں اقدام یا حکم سے کس طرح ہمارا سینہ چھلنی چھلنی ہوا ہے۔ اور روحانی ذریعہ یہ ہے کہ ہم خدا کے آگے جھکیں اور اس سے کہیں کہ اے خدا تو خود ہماری داد رسی فرما ہمارے افسران حکومت کو اتنی سمجھ اور توفیق دے کہ وہ ناانصافی کا طریق چھوڑ کر ہم کو ہمارے حق سے محروم نہ کریں۔ یا پھر تو خود ہی کوئی ایسی راہ نکال دے کہ جس سے ہم کو ہمارا حق مل جائے۔ پس دعائیں کریں، دعائیں کریں، دعائیں کریں اور اس طرح دعائیں کریں کہ رب العرش کا عرش ہل جائے اور ہماری دادرسی کے لئے آسمان سے اس کے فرشتے نازل ہوں۔ وہ آسمان سے زمین پر آئیں اور ان تمام روکوں کو دور کر دیں جو ہمارے مقصد حیات کی راہ میں حائل ہو رہی ہوں۔ ہمارا مقصد اور ہمارے وجود کی علت غائی یہی ہے کہ اسلام دنیا میں غالب آئے اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آکر آپ کے جھنڈے تلے آ جمع ہوں۔ پس دعائیں کریں اور خدا سے مدد چاہتے ہوئے اپنے اس مقصد کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔

ان صدارتی ریمارکس کے بعد آپ نے ایک پُرسوز اجتماعی دعا کرائی اور یہ عظیم الشان جلسہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں پر ۹½ بجے شب اختتام پذیر ہوا۔